POSTED AT LPC Delhi RMS
ON 17-18 June 2025, R.N.I No. 2186/57

POSTAL REGN. NO. DL (C) - 01/1195/2024-26, Licensed to Post
Without Prepayment U (C) - 160/2024-26, ISSN 2456-8511

Total Pages
8

HAMARI
ZABAN
(Weekly)

ہفت روزہ
ہماری زبان

اشاعت کا 86 واں سال

Date of Publication: 16-06-2025 • Price: 5/- • 22-28 June 2025 • Issue: 24 • Vol:84

۲۲ تا ۲۸ / جون ۲۰۲۵ء • شمارہ: ۲۴ • جلد: ۸۴

اردو زبان میں مخفّف یا اختصار سازی کی روایت

عارف نوشاہی

اردو زبان کے صاحبانِ نظر کے نزدیک مخفف یا اختصار سازی سے متعلق امور کا تعلق اگرچہ تصنیف و تدوینِ کتب کے فنی امور سے ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو وہ اسے خط اور املا (رموزِ اوقاف) کے مسائل سے بھی مربوط کرتے ہیں۔ یہ حقیقت مسلّم ہے کہ ان صاحبانِ نظر نے اردو زبان میں مخفف سازی کے اصول و قوانین اور معیارات سے صرفِ نظر کیا ہوا ہے اور اردو زبان میں رائج مخفّفات/ اختصارات کی صرف تازہ مثالوں کو بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہوئے، اس موضوع کو پسِ پشت ڈال دیا ہے۔[1]

مخفّفات کی اوّلین مثالیں قدیم متون میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ ان متون کے مصنّفین اپنی کسی تصنیف میں جن مآخذ کا کثرت سے استعمال کرتے، ان کے لیے مخفّفات مقرر کر کے اس کی صراحت دیباچے میں ہی کر دیتے تھے۔ اس قسم کے مخفّفات یا تو مختصراً کتاب کے نام پر مشتمل ہوتے یا مصنف کا وہ مختصر نام استعمال کیا جاتا جس سے اس کی شہرت ہے۔

آج کل مخفّفات کا زیادہ تر استعمال اردو لغات میں دیکھا جاتا ہے، لیکن لغت نویسوں نے مخفف سازی کے لیے کسی اصول یا قانون کا ذکر نہیں کیا ہے۔ انھوں نے یہ مخفّفات اپنے ذوق، سہولت اور ایک خاص طریقِ کار کی بنیاد پر اختیار کیے ہیں۔ اس ضمن میں لغات کے آغاز میں مخفّفات کی فہرست دے کر یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ انھوں نے اس کام کا حق ادا کر دیا ہے۔ اردو لغات کے مخفّفات کو یک جا کرنے سے بعض ایسے مشترکہ نکات ہاتھ آئے ہیں جن کی بنا پر اردو زبان کی دستوری اور لغوی اصطلاحات کی مخفف سازی کا مکمل طریقِ کار، اصول اور معیار سمجھا اور اخذ کیا جا سکتا ہے۔

موجودہ بحث نو نکات پر مشتمل ہے۔ ہر نکتے کے آغاز میں حاصل شدہ طریقِ کار اور اصول و معیار کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد حوالے کے ساتھ چند مثالیں بھی پیش کر دی گئی ہیں۔ نو نکات یہ ہیں:

1 زبانوں کے ناموں کے لیے مخفّفات
2 قواعدِ زبان کی اصطلاحات کے لیے مخفّفات
3 بلاغی اور شعری علوم کی اصطلاحات کے لیے مخفّفات
4 متون کی تصنیف و تدوین اور حوالہ جاتی کتب کی اصطلاحات کے لیے مخفّفات
5 دعائیہ کلمات کے لیے مخفّفات
6 علامات کے لیے مخفّفات
7 اعداد سے متعلق مخفّفات یا کلمے کے ساتھ عدد کا بیان
8 کمپنیوں، محکموں اور اداروں کے ناموں کے لیے مخفّفات
9 اردو زبان کے علاوہ دوسری زبانوں سے متعلق اصطلاحات اور ناموں کے لیے مخفّفات

1 زبانوں کے ناموں کے لیے مخفّفات

اس سلسلے میں جو طریقِ کار اپنایا گیا ہے وہ کسی بھی زبان کے نام کا پہلا ایک حرف، پہلے دو حروف اور پہلے تین حروف پر مشتمل مخفّفات ہیں، جیسے:

(الف) پہلا ایک حرف

زبان کا نام	مخفف	حوالہ
اردو	ا	اردو لغت، تفہیمی، حقی، دہلوی، کاکوروی، مینائی
بنگالی	ب	سرہندی
پالی	پ	سرہندی
پراکرت	پ	اردو لغت، عبدالحق

جیسا کہ ہم نے دیکھا حرف پ کو دو حوالوں میں دو مختلف زبانوں کے لیے اپنایا گیا ہے۔

ترکی	ت	تفہیمی، دہلوی، سرہندی، عبدالحق، کاکوروی، مینائی
سنسکرت	س	اردو لغت، حقی، دہلوی، سرہندی، کاکوروی، مینائی
عربی	ع	اردو لغت، امروہوی، تفہیمی، حقی، دہلوی، سرہندی، کاکوروی، مینائی
فارسی	ف	اردو لغت، امروہوی، تفہیمی، سرہندی، عبدالحق، کاکوروی، مینائی
گجراتی	گ	سرہندی
ہندی	ہ	اردو لغت، حقی، سرہندی، عبدالحق، مینائی

(ب) پہلے دو حروف

اردو	ار	امروہی، سرہندی، عبدالحق
پالی	پا	اردو لغت
پرتگالی	پر	اردو لغت، سرہندی
پشتو	پش	سرہندی
پنجابی	پن	اردو لغت، سرہندی
ترکی	تر	اردو لغت
سریانی	سر	اردو لغت
فرانسیسی	فر	اردو لغت، سرہندی
گجراتی	گج	اردو لغت
لاطینی	لا	سرہندی
یونانی	یو	اردو لغت، سرہندی

(ج) پہلے تین حرف

انگریزی	انگ	اردو لغت، حقی، سرہندی، عبدالحق، کاکوروی
بنگالی	بنگ	اردو لغت
عبرانی	عبر	سرہندی
لاطینی	لاط	اردو لغت، حقی

(د) تین سے زیادہ حروف

اوستائی	اوستا	اردو لغت
سندھی	سندھ	سرہندی

(ھ) دو زبانوں کا ملاپ

دو زبانوں کو ایک جگہ ظاہر کرنے کے لیے، ہر زبان کا پہلا پہلا حرف اختیار کرنے سے دو حروف پر مشتمل مخفف بنایا گیا ہے، مثال:

عربی و اردو	عا	تفہیمی
عربی و فارسی	عف	تفہیمی
فارسی و عربی	فع	سرہندی، عبدالحق
ہندی و فارسی	ہف	عبدالحق
قدیم فارسی	قف	عبدالحق
مفرّس الفاظ	مف	تفہیمی

(و) مقامی لہجوں کے مخفّفات

لغت نگاروں نے مختلف مقامی لہجوں کے لیے بھی مخفّفات کا استعمال کیا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں کسی قسم کے اصول یا معیار کو ملحوظ نہیں رکھا، کہیں ایک حرفی، کہیں دو حرفی اور بعض جگہوں پر مکمل لفظ ہی مخفف کا کام دے رہا ہے، جیسے:

قارئین! اب 'ہماری زبان' کا مطالعہ انجمن ترقیِ اردو (ہند) کی ویب سائٹ www.atuh.org پر بھی کر سکتے ہیں جہاں اِسے مفت میں ڈاؤن لوڈ کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔

بازاری	بازاری	دہلوی
دیہاتی	د	عبدالحق
عوام	عو	اردولغت
// //	عم	کاکوروی
عورت	عو	عبدالحق، کاکوروی، مینائی
// //	عور	اردولغت
// //	عورت	سرہندی

دہلوی نے مسلمان عورتوں کی زبان کے لیے 'عو' اور ہندو عورتوں کی زبان کے لیے 'ہندوعو' کا مخفف استعمال کیا ہے۔

لشکری	لشکری	دہلوی
ہندوئی	ہندو	اردولغت

2 قواعدِ زبان کی اصطلاحات کے لیے مخفّفات

قواعدِ زبان کی اصطلاحات کے لیے کسی اصطلاح کا پہلا ایک حرف یا پہلے دو اور تین حروف کا مخفف اختیار کیا گیا ہے، جیسے:

(الف) پہلا حرف

اسم	ا	اردولغت، تفہیمی، حقی، سرہندی
حرف	ح	حقی
صفت	ص	عبدالحق
ضمیر	ض	سرہندی
فعل	ف	اردولغت
واحد	و	سرہندی

(ب) پہلے دو حروف

افعال	اف	اردولغت
تصغیر	تص	حقی
جمع الجمع	جج	اردولغت، حقی، سرہندی
فعلِ لازم	ف ل	اردولغت، حقی، عبدالحق
فعلِ متعدی	ف م	اردولغت، عبدالحق
فعلِ مجہول	ف م	حقی
متعلق (بہ) فعل	ف م	حقی
مجہول	مج	اردولغت
مذکّر	مذ	اردولغت، سرہندی، عبدالحق
مرکّب	مر	حقی
مصدر	مص	سرہندی
مؤنث	مث	اردولغت، سرہندی، عبدالحق

(ج) مرکّب اصطلاحات کے لیے مخفّفات

قواعدِ زبان کی مرکّب اصطلاحات کے لیے لغت نویس حضرات نے مرکّب کے پہلے کلمے کے پہلے حرف اور دوسرے کلمے کے پہلے دو یا تین حروف کو ملا کر ایک مخفف بنایا ہے، جیسے:

اسمِ جنس	اجنس	حقی
اسمِ کیفیت	اکیف	حقی
اسمِ مذکر	امذ	اردولغت، حقی
اسمِ مؤنث	امث	اردولغت، حقی
حاصلِ مصدر	ح مص	حقی
فعلِ مرکب	ف مر	اردولغت، حقی

(د) بعض لغت نگاروں نے دو کلمات پر مشتمل اصطلاحات کے لیے دونوں کلمات سے دو دو حروف یا اس سے زیادہ حروف لیے ہیں اور مخفف بنائے ہیں، جیسے:

مرکبِ اضافی	مراضا	حقی
مرکبِ وصفی	مروصفی	حقی

3 بلاغی اور شعری علوم کی اصطلاحات کے لیے مخفّفات

(الف) اصطلاح کا پہلا حرف اختیار کرنا:

دستور	د	تفہیمی
قطعہ	ق	کاکوروی، مینائی

(ب) پہلے دو حروف اختیار کرنا:

اصطلاح	اص	تفہیمی
بدیع	بد	تفہیمی
زبان شناسی	زب	تفہیمی
عروض	عر	تفہیمی
فصاحت	فص	تفہیمی
قافیہ	قا	تفہیمی
لغوی	لغ	تفہیمی

(ج) پہلے تین حروف کا انتخاب کرنا:

بیان	بیا	تفہیمی

(د) ترکیبات کی مخفف سازی میں ترکیب کے حروف میں سے کوئی ایک حرف استعمال کرنا:

نظم ونثر	نث	مینائی

4 متون کی تصنیف وتدوین اور حوالہ جاتی کتب کی اصطلاحات کے لیے مخفّفات

ہر مرتّب اور محقق کو متون کی تصحیح، تدوین اور تحقیق کے دوران ایسے کلمات، اصطلاحات اور حوالہ جاتی کتب کے عناوین سے سروکار رہتا ہے، جو کام کے دوران بار بار استعمال ہوتے ہیں۔ یہ حضرات طوالت اور تکرار سے بچنے کے لیے بعض مخفّفات کا سہارا لیتے ہیں۔ چوں کہ کتب میں سنین کا اندراج بھی بار بار ہوتا ہے، سنین کی تقاویم کے حساب سے مخفّفات اختیار کیے جاتے ہیں۔ اردو زبان کے محققوں کے ہاں رائج مخفّفات یہ ہیں:

الخ: الٰی آخرہ کے لیے، یہ مخفف ایسے پیراگراف یا مطلب کے بیان کے سلسلے میں استعمال ہوتا ہے جس کا ایک حصہ نقل کر کے اس کے بعد تین نقطے (•••) لگا کر چھوڑ دیا جاتا ہے اور آگے 'الخ' لکھ دیا جاتا ہے۔

ب: سنین کے ساتھ بکرمی سَمّت کے لیے، مثلاً: 2020ب

پ: پیدائش/ ولادت کے لیے، مثلاً: پ1250ھ

ج: جلد کے لیے، مثلاً: ج2

رک: رجوع کریں کے لیے

ص: صفحہ کے لیے، مثلاً: ص25

ع: مصرع کے لیے، مثلاً: ع یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا

ء حرف عین کا سر یا ہمزہ، سنین کے ساتھ عیسوی کے لیے، مثلاً 1983ء

ف سنین کے ساتھ فصلی کے لیے، مثلاً: 1333ف

ف فوت کے لیے، مثلاً: ف1984

قب: مقابلہ/ تقابل کے لیے

کذا: کسی لفظ کا املا مشکوک یا نا قابلِ فہم ہونے کی صورت میں جب یہ کہنا مقصود ہو کہ متن میں یہ لفظ اسی طرح لکھا ہے یا اسی طرح آیا ہے۔

لہ/ ولہ: یہ عربی لفظ ہے اور 'وہی' کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ عام طور پر بیاضوں میں کاتب کسی ایک ہی شاعر کے مفرد اشعار یکجا لکھتے ہیں تو ہر شعر کے آغاز میں یہ مخفف استعمال کرتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ یہ شعر اُسی شاعر کا ہے جس کا نام پہلے شعر پر لکھ دیا جاتا ہے۔

م: متوفی کے لیے، مثلاً: م1350

ھ سنین کے ساتھ ہجری کے لیے، مثلاً: 1403ھ

و: وفات کے لیے، مثلاً: و1132

حوالہ جاتی کتب/ کتب مآخذ کے مخفّفات کے سلسلے میں مختلف طریقے دیکھے گئے ہیں۔ کبھی مصنف کے اُس نام کو مخفف کے طور پر استعمال کیا گیا ہے جو زیادہ شہرت کا حامل ہے؛ اور کہیں کتاب کا نام یا کتاب کے نام کا ایک حصہ یا کتاب کے نام کے پہلے حروف سے بھی مخفف بنایا گیا ہے۔ وہ مخفّفات جو اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور میں استعمال ہوئے ہیں وہ اس روش کے مستند نمونے مانے جاسکتے ہیں:

مخفف	جس حوالے کے لیے استعمال ہوا ہے
اا (کتاب کے نام کے پہلے دو حروف)	انسائیکلوپیڈیا اسلام
ابن خردادبہ (مصنف کا نام)	المسالک والمما لک
عمل صالح (کتاب کا نام)	عملِ صالح

اگر کسی محقق نے اپنی تصنیف میں ایک ہی مصنف کی متعدد کتابوں کا بتکرار حوالہ دیا ہے تو اس نے اپنی سہولت کے لیے کچھ مخفّفات بنا لیے، جیسے امروہوی نے علامہ محمد اقبال کی کتب کے لیے مندرجہ ذیل مخفّفات کو استعمال کیا ہے:

اح	ارمغانِ حجاز کے لیے
با	باقیاتِ اقبال کے لیے
ب ج	بالِ جبریل کے لیے
ب د	بانگِ درا کے لیے
ض ک	ضربِ کلیم کے لیے

جیسا کہ دیکھا گیا ہے کہ امروہوی نے اسمِ ترکیب کے پہلے حرف کو مدِّ نظر رکھا ہے۔

قلمی متون کی تصحیح وتدوین کے سلسلے میں زیرِ استعمال قلمی نسخوں کی علامات ظاہر کرنے کے لیے مخفّفات سازی کا طریقِ کار چند منفرد نوعیت کا حامل ہے۔ کبھی الف، ب، ج کی علامات سے قلمی نسخوں کو ایک دوسرے سے الگ کیا جاتا ہے اور کبھی نسخے اپنے کتاب خانے کی نسبت سے پہچانے جاتے ہیں، جیسے: نسخۂ پنجاب یونی ورسٹی، نسخۂ خدا بخش لائبریری۔ کبھی نسخے کا مخفف اس کے شہر کی نسبت سے بھی بنایا جاتا ہے، جیسے: نسخۂ لاہور، نسخۂ رامپور وغیرہ۔

5 دعائیہ کلمات کے لیے مخفّفات

ہمارے ہاں انبیا، ائمہ، صوفیہ اور دیگر بزرگانِ دین کے اسماے گرامی دعائیہ کلمات کے بغیر لینا معمول نہیں ہے۔ اگر کتاب یا تحریر میں ایسے نام تکرار سے بیان ہو رہے ہوں تو ان کے لیے دعائیہ کلمات کے مخفّفات بنا لیے گئے ہیں اور یہ مخفّفات مکمل اتفاقِ رائے سے اب اردو زبان میں رائج ہو گئے ہیں، مثال کے طور پر:

رح	رحمۃ اللہ علیہ/ رحمۃ اللہ علیہا/ رحمۃ اللہ علیہما کے لیے
رض	رضی اللہ عنہ/ رضی اللہ عنہا/ رضی اللہ عنہما کے لیے
ص/صلعم	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے
ع/ؑ	علیہ السّلام کے لیے

6 زبانوں کے ناموں کے لیے مخفّفات

بعض علامات جب کسی کلمے کے ساتھ استعمال ہوتی ہیں، ان کا ذکر ضروری ہو جاتا ہے، مثلاً: تنوین کی علامت // 'ایضاً' یا 'وہی' کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اگر ایک ہی کتاب کا دو بار مسلسل حوالہ آیا ہے تو دوسرے حوالے میں اس علامت سے کام لیا جاتا ہے، جیسے:

1 کلیاتِ اقبال، ص11

2 // //

اصطلاحاً بت یا ڈوئی کی علامت 'ـــے' بیت/ شعر لکھنے سے پہلے استعمال ہوتی ہے۔

...(بقیہ صفحہ 7 پر)

غالبؔ، بھوپال اور اپریل فول

جب غالبؔ کی غزل کے نام پر لوگوں کو اپریل فول بنایا گیا

رضوان الدین فاروقی

مرزا غالبؔ اردو اور فارسی زبان و ادب کے ایک ایسے مینارۂ صدرنگ ہیں جن کے تمام رنگوں کو ابھی تک سمیٹا نہیں جا سکا اور جب بھی ہم ان کی شخصیت اور فن کی گرہیں کھولتے ہیں، ایک نئے رنگ سے ہمارا سابقہ پڑتا ہے اور ہم حیرت زدہ رہ جاتے ہیں کہ یا رب یہ رنگ بھی خاکسترِ غالبؔ میں موجود ہے۔ انھوں نے اپنے شعری زاویوں سے نہ صرف اپنے عہد کو متاثر کیا بلکہ بعد کے زمانوں میں بھی وہ پوری ادبی بساط پر غالب رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شخصیت اور ان کے کلام کی خوشبو ان کے ابتدائی دور سے ہی دہلی کی حدوں سے نکل کر دور دور تک پہنچ چکی تھی چناں چہ بھوپال میں بھی ان کے قدردانوں کا ایک وسیع حلقہ تھا۔ ریاستِ بھوپال اپنی تشکیل کے اولین دور سے ہی اہلِ علم و ادب کی قدردان رہی ہے خصوصاً نواب صدیق حسن خاں کا دور بھوپال کی علمی وجاہت کا انتہائی سنہرا دور تھا۔ قال اللہ و قال الرسول کے اسباق کے درمیان میر و مصحفی اور غالب و مومن کی شعری عشوہ طرازیوں کے رنگ بھی فضا میں بکھرے ہوئے تھے خصوصاً غالب کے قدردانوں کا ایک وسیع حلقہ یہاں موجود تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں غالبؔ کے ابتدائی دور کا کلام اس وقت آ گیا تھا جب وہ جوانی کی سرحدوں سے گزر رہے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ غالبؔ کو نواب سکندر جہاں بیگم نے اس وقت بھوپال آنے کی دعوت دی تھی جب 1857 کے بعد دہلی اجڑ چکی تھی اور غالب انتہائی ذہنی اور مالی انتشار کا شکار تھے، لیکن اس کی کبھی تصدیق نہیں ہو پائی کہ آیا بھوپال سے سرکاری یا ذاتی طور پر نوابینِ بھوپال نے ان کو اپنے یہاں بلانے کی دعوت دی ہو لیکن یہ سچ ہے کہ ان کے دو قلمی دواوین یہاں موجود تھے جن میں ایک نواب فوجدار محمد خاں کی ذاتی لائبریری میں ان کی مہر کے ساتھ موجود تھا جسے پہلے پہل انیسویں صدی کی پہلی دہائی میں عبدالرحمٰن بجنوری نے دریافت کیا اور اس کی اشاعت کا ارادہ کیا مگر ملک الموت نے ان کو اس کی مہلت نہ دی کہ وہ اس کام کو انجام دے سکیں۔ ان کے انتقال کے بعد مولوی انوار الحق نے نسخۂ حمیدیہ کے نام سے اسے شائع کیا۔ اس نسخے کے سلسلے میں اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور اب تو یہ قلمی نسخہ اپنی اصل حالت میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس دیوان کے علاوہ پروفیسر عبدالقوی دسنوی نے بھی 'غالب اور بھوپال' کے عنوان سے ایک کتاب ترتیب دی ہے جو یقیناً اہم ہے۔ اس کتاب میں غالبیات کے تحت جو عنوانات قائم کیے گئے ہیں وہ ریاستِ بھوپال سے غالب کے تعلق کو سمجھنے کے لیے اہم ماخذات میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اس میں ایک عنوان بھوپال میں غالب کے آنے کی دعوت کے سلسلے میں بھی ہے۔ اسی مضمون میں پروفیسر عبدالقوی دسنوی نے اپنی تحقیق کے مطابق یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ نواب سکندر جہاں بیگم وقتاً فوقتاً اپنے ماموں میاں فوجدار محمد خاں کے ذریعے غالبؔ کی مالی امداد کرتی رہتی تھیں۔ پروفیسر دسنوی نے غالبؔ کے بھوپالی شاگردوں کی ایک فہرست بھی دی ہے جس میں 11 حضرات کے نام اس طرح درج ہیں: (1) مولانا محمد عباس رفعت شیروانی (2) نواب یار محمد خاں شوکت (3) حافظ محمد خاں شہیر رامپوری (4) منشی ارشاد احمد میکش دہلوی (5) حکیم محمد معشوق علی خاں جوہر شاہجہاں پوری (6) حکیم اشفاق حسین زکی مارہروی (7) مرزا یوسف علی خاں عزیز بنارسی (8) سیّد احمد حسن عرشی قنوجی (9) محمد حسین تمنا مرادآبادی (10) ولایت علی خاں عزیز صفی پوری (11) شریف حسن دہلوی۔ اس فہرست میں چند نام اور بھی محققین نے بڑھائے ہیں۔

اس سلسلے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ غالبؔ کے واقعی کتنے شاگرد بھوپال میں تھے لیکن اس میں کوئی کلام نہیں کہ شاگردوں کے علاوہ بھی ان کے مداحوں کا ایک حلقہ یہاں موجود تھا۔ جس نے اپنے بعد والی نسلوں کو بھی متاثر کیا جس کی ایک مثال سہا مجددی بھی ہیں جنھوں نے نہ صرف یہ کہ غالبؔ کی زمینوں میں غزلیں کہیں بلکہ ان کے کلام کی شرح 'مطالب الغالب' بھی لکھی جو آج بھی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

یہاں اس غزل کا ذکر خاص طور پر کرنا چاہوں گا جو مولوی محمد ابراہیم خلیل کے زورِ قلم کا نتیجہ تھی اور جسے واقعی مرزا غالبؔ کی غزل سمجھ کر اچھے اچھے دھوکا کھا گئے۔ ہوا یوں کہ ایک بار اپریل 1938 میں ماڈل اسکول بھوپال کے ہیڈ مولوی محمد ابراہیم خلیل نے غالبؔ کے نام سے ایک بڑی مرصع غزل کہہ کر اپنے اسکول کے میگزین 'گوہرِ تعلیم' میں شائع کر دی تھی جس میں اپریل فول کی سرخی کے ساتھ نیچے یہ نوٹ درج تھا:

> ''ماخوذ از کتب خانہ نواب فوجدار محمد خاں، بوسیدہ اوراق میں غالبؔ کی یہ غیر مطبوعہ غزل ملی ہے جسے آخری تبرکات کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے''۔

اس میگزین سے یہ غزل 'دین و دنیا' دہلی میں اس تمہید کے ساتھ شائع ہوئی:

> ''فصیح الملک خدائے سخن نواب مرزا اسداللہ خاں غالبؔ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک غیر مطبوعہ غزل وہ متبرک روحانی تحفہ جو اب تک مرزا غالب کے کسی دیوان یا ضمیمے میں شائع نہیں ہوا اور جو امیر الامرا نواب یار محمد خاں مرحوم کے کتب خانۂ قدیم سے بذریعۂ خاص حاصل کر کے 'دین و دنیا' میں شائع کیا جا رہا ہے۔ پھر اپریل 1939 کے 'ہمایوں' لاہور نے اس غزل کو شائع کیا اور اسی پرچے سے مالک رام نے اسے نقل کیا اور اس کے مقطعے کو 'ذکرِ غالب' کے دوسرے اڈیشن 1950 اور تیسرے اڈیشن 1955 میں استعمال کیا اور اپنے مرتّبہ 'دیوانِ غالب' (مطبوعہ 1958) میں شامل کیا، لیکن بعد میں یہ راز فاش ہوا کہ یہ غزل غالبؔ کی نہیں بلکہ اپریل فول کا تحفہ ہے۔ جس نے اپنی سحر کاریوں سے محققینِ غالب کے ہوش اڑا دیے تھے جن میں دو بڑے نام ماہرینِ غالب مالکِ رام اور امتیاز علی عرشی کے ہیں جنھوں نے اپنے دواوینِ غالب میں اس غزل کو غالبؔ کی غزل سمجھ کر شائع کیا۔ اس حقیقت کا انکشاف ڈاکٹر گیان چند نے اپنے مضمون 'غالب اور بھوپال' (اردوے معلیٰ' دہلی، غالب نمبر) سے کیا۔ وہ

غزل یہ ہے:

بھولے سے کاش وہ ادھر آئیں تو شام ہو
کیا لطف ہو جو ابلقِ دوراں بھی رام ہو
تا گردشِ فلک سے یونہی صبح و شام ہو
ساقی کی چشمِ مست ہو اور دورِ جام ہو
بے تاب ہوں بلا سے، کن انکھیوں سے دیکھ لیں
اے خوش نصیب! کاش قضا کا پیام ہو
کیا شرم ہے؟ حریم ہے، محرم ہے راز دار
میں سر بکف ہوں، تیغِ ادا بے نیام ہو
میں چھیڑنے کو کاش اسے گھور لوں کہیں
پھر شوخ دیدہ برسرِ صد انتقام ہو
وہ دن کہاں کہ حرفِ تمنا ہو لب شناس
ناکام، بدنصیب، کبھی شاد کام ہو
گھل مل کے چشمِ شوق قدم بوس ہی سہی
وہ بزمِ غیر ہی میں ہوں، پر اژدہام ہو
اتنی پیوں کہ حشر میں سرشار ہی اٹھوں
مجھ پر جو چشمِ ساقیِ بیت الحرام ہو
پیرانہ سال غالبؔ مے کش کرے گا کیا؟
بھوپال میں مزید جو دو دن قیام ہو

اس غزل کے حوالے سے معروف محقق و ناقد ڈاکٹر ابو محمد سحر رقم طراز ہیں کہ اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ اردو تحقیق کا سب سے عبرت انگیز واقعہ کیا ہے تو میں کہوں گا کہ 'دیوانِ غالب' مرتّبہ مالک رام میں اس غزل کی شمولیت جس کا مقطع ہے:

پیرانہ سال غالبؔ مے کش کرے گا کیا؟
بھوپال میں مزید جو دو دن قیام ہو

بہرحال یہ لطیفہ اپنی جگہ لیکن اس سے یہ بات بھی سامنے آتی کہ کبھی کبھی ہماری معمولی سی شوخی یا عدمِ واقفیت بھی تحقیق کو بے حد متاثر کرتی ہے اور یہی غلط تحقیق تاریخ کا سچ بن جاتی ہے۔ اس حوالے سے میں کہنا یہ چاہ رہا ہوں کہ بھوپال سے غالب کی جو بھی نسبتیں ہیں اس میں ابھی مزید تحقیق کی گنجائش ہے کہ تحقیق کا در کبھی بند نہیں ہوتا ہے۔

رضوان الدین فاروقی
مکان نمبر 110/B، برائٹ کالونی، نزد سینٹ جوزف گرلس
کونوینٹ اسکول، عیدگاہ ہلز، بھوپال (مدھیہ پردیش)
Mob. No. 7000815183

میرا جنونِ اُردو
(خطبات و مضامین)
طاہر محمود
قیمت: 700 روپے

اردو دُنیا

بہار کے پرائمری اسکولوں میں 7279 خصوصی اساتذہ کی بحالی جلد

بی پی ایس سی کو اشتہار جاری کرنے کی ہدایت

پٹنہ (20 مئی)۔ ریاست کے پرائمری اسکولوں میں جلد ہی 7279 خصوصی اساتذہ کی تقرری کی جائے گی۔ ان میں پہلی سے پانچویں جماعت کے لیے 5534 اسامیاں ہیں۔ تقرری کے سلسلے میں محکمۂ تعلیم سے بہار پبلک سروس کمیشن کو رہنما خطوط بھیجے گئے ہیں۔ محکمۂ تعلیم نے جلد ہی BPSC سے بھرتی کے لیے اشتہار جاری کرنے کی درخواست کی ہے۔ اسپیشل اسکول ٹیچروں کی تقرری بی پی ایس سی کے ذریعے پچھلے دنوں اسکول اساتذہ کی تقرری کی طرز پر کی جائے گی۔ بی پی ایس سی نے کئی نکات پر محکمۂ تعلیم سے رائے مانگی تھی۔ اس روشنی میں محکمۂ تعلیم نے اپنی رائے بی پی ایس سی کو بھیج دی ہے۔ محکمۂ تعلیم نے کہا ہے کہ خصوصی اسکول ٹیچر کے عہدے پر دل چسپی رکھنے والے امیدواروں کو زیادہ سے زیادہ عمر کی حد میں دس سال کی چھوٹ دی جائے گی۔ واضح رہے کہ پرائمری تعلیم کے تحت خصوصی اسکول ٹیچر کی تقرری کا یہ پہلا واقعہ ہے۔ محکمۂ تعلیم نے بی پی ایس سی سے کہا ہے کہ وہ اسپیشل اسکول ٹیچر کلاس 1-5 اور کلاس 5-8 کی اسامیوں پر تقرری کے لیے 2024 میں بی پی ایس سی کے ذریعے اسکول ٹیچر کلاس 1 سے 5 اور کلاس 6 سے آٹھ تک کی اسامیوں پر تقرری کے لیے شائع کردہ اشتہار کے مطابق کارروائی کرے۔ اسپیشل اسکول ٹیچر کی بھرتی کے امتحان میں دل چسپی رکھنے والے اہل امیدوار معذوری کے 9 زمروں میں سے ایک سے زیادہ معذوری کے زمرے میں اسپیشل اسکول ٹیچر کے عہدے کے لیے درخواست دے سکتے ہیں۔ قابلِ ذکر ہے کہ ریاست کے پرائمری اسکولوں میں خصوصی اساتذہ کی کمی ہے جس کی وجہ سے یہاں پڑھنے کے لیے آنے والے گونگے اور بہرے سمیت مختلف سطح کے خصوصی بچے تعلیم حاصل نہیں کرپاتے۔ (قومی تنظیم۔پٹنہ)

مہاراشٹر راجیہ اردو اکادمی کی تشکیلِ نو کا مطالبہ

اقلیتی کمیشن کے چیئرمین سے انجمن ترقی اردو ناگپور کے وفد کی ملاقات

ناگپور (27 مئی، پریس ریلیز)۔ اقلیتی کمیشن کے چیئرمین جناب پیارے خاں صاحب سے انجمن ترقی اردو شاخ ناگپور کے ایک وفد نے ملاقات کی اور موصوف کی خدمت میں ایک یادداشت پیش کی جس میں مہاراشٹر راجیہ اردو اکادمی کی تشکیلِ نو کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ اکادمی کا فنڈ بڑھایا جائے اور گذشتہ فنڈ ریلیز کیا جائے۔ چوں کہ ناگپور مہاراشٹر کی ضمنی راجدھانی ہے، اس لیے مطالبہ کیا گیا کہ اکادمی کا صدر دفتر ممبئی سے ناگپور منتقل کیا جائے۔ چیئرمین صاحب نے تمام مطالبات کو بغور سنا اور یقین دلایا کہ وہ ذاتی طور سے وزیرِ اعلا دیویندر فڈنویس صاحب سے اس تعلق سے بات کریں گے اور ضرورت ہوگی تو ملاقات بھی کرائیں گے۔ وفد میں انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ ناگپور کے سکریٹری ڈاکٹر اظہر حیات، معروف شاعر و ادیب جناب وحید شیخ اور معروف سماجی شخصیت جناب اشرف علی شامل تھے۔ محترم پیارے خاں نے نہایت سنجیدگی سے اردو اکادمی کے تمام پہلوؤں پر گفتگو فرمائی اور ہر ممکنہ تعاون کا یقین دلایا۔

اردو ڈائرکٹوریٹ حکومتِ بہار کے تحت

مزید 136 معاون اردو مترجمین کی بحالی

پٹنہ (28 مئی)۔ اردو ڈائرکٹوریٹ محکمہ کابینہ سکریٹریٹ حکومتِ بہار کے تحت اشتہار نمبر 01/2019 کے سلسلے میں بہار اسٹاف سلیکشن کمیشن پٹنہ کے مکتوب نمبر 4160، مورخہ 03-12-2024 کے ذریعے معاون اردو مترجم کے عہدے پر بحالی کے لیے کامیاب اور سفارش یافتہ 1076 امیدواروں کی فہرست دستیاب کرائی گئی تھی۔ اردو ڈائرکٹوریٹ کے تحت منعقد تعلیمی اسناد و دیگر کاغذات کی جانچ کے بعد اردو ڈائرکٹوریٹ کے حکم نامہ نمبر 42، مورخہ 13-03-2025 کے تحت کُل 715 امیدواروں کو تقرر نامہ دیا جاچکا ہے۔ مزید 136 ایسے امیدوار جن کے کاغذات میں کچھ خامی رہ گئی تھی، یا کچھ لوگ اردو ڈائرکٹوریٹ کے جانچ پروگرام میں شریک نہیں ہوسکے تھے، اُن کی طرف سے مطلوبہ کاغذات جمع کرنے کے بعد اردو ڈائرکٹوریٹ کے حکم نامہ نمبر 99 اور 100، مورخہ 28-05-2025 کے تحت مزید 136 امیدواروں کے تقرر نامے کی فہرست محکمہ کابینہ سکریٹریٹ کی ویب سائٹ https://state. bihar. gov.in/csd پر اپ لوڈ کردی گئی ہے۔ واضح رہے کہ یہ بحالیاں ریاست کے اضلاع کے کلکٹریٹ آفس، سب ڈویژن آفس، بلاک آفس، سرکل آفس اور اردو ڈائرکٹوریٹ میں کی گئی ہیں۔ (قومی تنظیم۔پٹنہ)

مولانا مظہرالحق عربی و فارسی یونی ورسٹی کے ایم بی اے شعبے کو اے آئی سی ٹی ای کی منظوری

پٹنہ (25 مئی)۔ مولانا مظہرالحق عربی و فارسی یونی ورسٹی (ایم ایم ایچ اے پی یو) پٹنہ کو یہ اعلان کرتے ہوئے فخر محسوس ہورہا ہے کہ اس کے مینجمنٹ شعبے کو آل انڈیا کونسل فار ٹیکنیکل ایجوکیشن (AICTE)، نئی دہلی سے ماسٹر آف بزنس ایڈمنسٹریشن (MBA) پروگرام کے لیے باضابطہ منظوری حاصل ہوگئی ہے۔ یہ باوقار منظوری جامعہ کے لیے ایک اہم علمی سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے جو اعلا معیار کی صنعتی تقاضوں سے ہم آہنگ اور قومی معیار پر مبنی مینجمنٹ تعلیم فراہم کرنے کے عزم کا ثبوت ہے۔ اس منظوری کے مستقبل میں امکانات پر روشنی ڈالتے ہوئے شعبۂ ایم بی اے کے ڈائرکٹر ڈاکٹر محمد فیضان الدین نے کہا کہ اے آئی سی ٹی ای کی منظوری کے بعد ایم ایچ اے پی یو کا ایم بی اے پروگرام اب تکنیکی و پیشہ ورانہ کورسز کے لیے مقررہ قومی ضوابط سے ہم آہنگ ہوچکا ہے۔ قابلِ صد احترام وائس چانسلر کی قیادت، رجسٹرار کی سرگرم شرکت اور شعبے کے تمام اساتذہ کی اَنتھک محنت کے نتیجے میں ایم بی اے شعبہ مسلسل انتظامی مہارت، تخلیقی فکر اور اخلاقی قیادت کے فروغ کے لیے کوشاں ہے۔ یہ یونی ورسٹی کی تاریخ میں پہلا موقع ہے کہ کسی شعبے کو اے آئی سی ٹی ای سے ایسی منظوری حاصل ہوئی ہے۔ ایم بی اے شعبے کے علاوہ دیگر سات شعبے بھی اَنتھک محنت کررہے ہیں اور مستقبل میں مزید موثر انداز میں کام کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ جامعہ میں تمام پروگراموں میں داخلے جلد ہی تعلیمی سال 2025-27 کے لیے شروع ہونے والے ہیں۔ (قومی تنظیم۔پٹنہ)

اسکول کا نام ہندی کے ساتھ اردو میں لکھوانے پر ہیڈ ماسٹر معطّل

نجیب آباد/ دیوبند (4 جون)۔ جس زبان کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے آج اسی کے نام پر نجیب آباد کی نگر پنچایت ساہن پور کے ایک سرکاری پرائمری اسکول کی ہیڈ ماسٹر رفعت خان کو بی ایس اے یوگیندر کمار نے اس لیے معطل کردیا کیوں کہ انھوں نے اسکول کے صدر دروازے پر ہندی کے ساتھ اردو میں بھی نام لکھوادیا تھا۔ واضح رہے کہ بی ایس اے نے جاری کیے گئے اپنے خط میں یہ صاف کیا ہے کہ اسکول کے باہر اور اندر اردو میں اسکول کا نام لکھوانے کا معاملہ سوشل میڈیا پر وائرل ہونے کے بعد انھیں قصوروار مانتے ہوئے معطل کردیا گیا ہے۔ ہیڈ ماسٹر رفعت حسین کو بی آر سی دفتر نجیب آباد سے جوڑا گیا ہے۔ بی ایس اے کے ذریعے اس طرح کی کارروائی کیے جانے پر لوگوں اور رفیقِ کار اساتذہ میں بھی غصہ ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ جب اردو اترپردیش کی دوسری سرکاری زبان ہے تو پھر اسکول کا نام اردو میں لکھوانا کوئی گناہ نہیں ہے۔

معروف کالم نگار سیّد وجاہت شاہ نے معطّلی کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے رکنِ پارلیمنٹ چندر شیکھر آزاد کو مکتوب ارسال کرکے بجنور میں پرائمری اسکول کی پرنسپل رفعت خان کو اسکول کا نام اردو زبان میں لکھوانے پر معطل کیے جانے پر سخت اعتراض کیا ہے۔ انھوں نے مکتوب میں اس اقدام کو نہ صرف غیر آئینی بلکہ مذہبی اور لسانی امتیاز پر مبنی قرار دیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اترپردیش حکومت نے 1989 میں اردو کو ریاست کی دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا تھا جسے بعدازاں سپریم کورٹ نے بھی برقرار رکھا ہے۔ سیّد وجاہت شاہ نے اپنے مکتوب میں لکھا کہ اردو ریاست کے تمام پرائمری اور اپر پرائمری اسکولوں میں ایک تدریسی زبان کے طور پر شامل ہے اور اردو کتابیں حکومت کی جانب سے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ اردو زبان میں باقاعدہ امتحانات بھی ہوتے ہیں۔ ایسے میں صرف اردو میں نام لکھوانے کو بنیاد بناکر کسی معلّمہ کو معطل کرنا سراسر ناانصافی ہے۔ انھوں نے رکنِ پارلیمنٹ چندر شیکھر آزاد سے اپیل کی ہے کہ وہ اس معاملے میں فوری مداخلت کریں اور ضلع و تحصیل کے تعلیمی افسران سے رابطہ کرکے رفعت خان کی باعزت بحالی کو یقینی بنائیں۔ (راشٹریہ سہارا۔دہلی)

ڈاکٹر بانو مشتاق انٹرنیشنل بُکر پرائز 2025 سے سرفراز

نئی دہلی (21 مئی)۔ ڈاکٹر بانو مشتاق کی کتاب 'ہارٹ لیمپ' جو کنڑ زبان میں بارہ مختصر کہانیوں کا مجموعہ ہے، اس کے انگریزی ترجمے کو 2025 کا انٹرنیشنل بکر پرائز تفویض کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ کنڑ ادب میں پہلا کام اور ہندستان اور جنوبی ایشیا میں دوسری ایسی کتاب ہے جسے یہ اعزاز تفویض کیا گیا ہے۔ برطانوی اخبار 'دی گارجین' نے رپورٹ کیا ہے کہ ''انٹرنیشنل بکر پرائز کے ججوں نے اسے جنوبی ہند کی کہانیوں کا ایک ایسا مجموعہ قرار دیا ہے جسے حقیقتاً انگریزی قارئین کے لیے لکھا گیا ہے اور جو ایک جامع ترجمہ ہے''۔ اس کتاب میں جنوبی ہند میں روزمرہ کی زندگی کے تجربات اور بارہ سے زائد مختصر کہانیوں میں گذشتہ تین دہائیوں کے دوران کی خواتین کی زندگی کی عکاسی کی گئی ہے۔ 'ہارٹ لیمپ' کے لیے مشتاق بانو اور دیپا بھستی کو انعام کے طور پر 50 ہزار پاؤنڈ کی رقم دی جائے گی۔ یہ کتاب جنوبی ہندستان میں رہنے والی مسلم خواتین پر مبنی ہے۔ اس کہانی میں ذات، مذہبی قدامت پسندی اور پدرانہ نظام جیسے موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس کتاب میں بطورِ وکیل اور خواتین کے حقوق کی وکالت کرنے والی کے طور پر مشتاق بانو کے تجربات بھی بیان کیے گئے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ کہانیوں کا پہلا مجموعہ ہے جسے بُکر پرائز سے نوازا گیا ہے۔ یہ اعزاز حاصل کرنے کے بعد دیپا بھستی یہ اعزاز حاصل کرنے والی پہلی مترجم اور نویں خاتون بن گئی ہیں۔ اس کتاب میں جنوبی ہند کی سماجی و ثقافتی سرگرمیوں کی حقیقت سے آشنا کرایا گیا ہے جن میں خاص طور پر خواتین پر عائد کی جانے والی پیچیدہ و سماجی پابندیاں شامل ہیں۔ اس کہانی کو عالمی قارئین کو مدِ نظر رکھتے ہوئے لکھا گیا ہے۔ یاد رہے کہ انٹرنیشنل بکر پرائز ادب کے زمرے میں مصنف اور مترجم دونوں کو دیا جاتا ہے۔ قابلِ ذکر ہے کہ انٹرنیشنل بکر پرائز 2025 کا اعلان لندن ٹیٹ ماڈرن کی جانب سے منعقد کی گئی تقریب میں کیا گیا ہے۔ انٹرنیشنل بکر پرائز کی انعام یافتہ کا نام میکس پورٹر نے جاری کیا ہے جو ایک مشہور مصنف اور انٹرنیشنل بکر پرائز کے پانچ ججوں پر مبنی پینل کے رکن ہیں۔ (انقلاب۔دہلی)

سی. بی. ایس. ای. کا تاریخی فیصلہ

ابتدائی جماعتوں کی تعلیم مادری زبان میں دی جائے گی

نئی دہلی (26 مئی)۔ ملک کے تعلیمی منظرنامے میں ایک بڑی تبدیلی کا اعلان کرتے ہوئے مرکزی ثانوی تعلیمی بورڈ (سی بی ایس ای) نے واضح کیا ہے کہ تعلیمی سال 2025-26 سے پری پرائمری سے لے کر پانچویں جماعت تک کی تدریس مادری زبان یا گھریلو زبان میں کی جائے گی۔ یہ فیصلہ قومی تعلیمی پالیسی 2020 کے تحت تیار کردہ قومی نصاب فریم ورک کی سفارشات کے مطابق لیا گیا ہے۔

سی بی ایس ای کے مطابق چھوٹے بچے سب سے بہتر وہی زبان سمجھتے ہیں جسے وہ روزمرہ زندگی میں اپنے گھر اور خاندان کے درمیان سنتے اور بولتے ہیں، اسی لیے بورڈ نے ہدایت دی ہے کہ پری پرائمری سے دوسری جماعت (عمر تین سے آٹھ سال) تک کی تعلیم بچوں کو مادری زبان میں دی جائے۔ اس دوران دوسری زبان کو صرف زبانی طور پر متعارف کرایا جائے گا، جب کہ پڑھائی اور لکھائی مکمل طور پر مادری زبان کے مطابق ہوگی، جہاں کسی زبان کی تحریری روایت موجود نہ ہو یا کلاس روم میں مختلف زبانیں بولنے والے طلبہ موجود ہوں وہاں بورڈ نے نرمی برتتے ہوئے ریاستی سرکاری زبان کو پہلی زبان کے طور پر اپنانے کی اجازت دی ہے۔ کلاس تین سے پانچ تک (عمر آٹھ سے گیارہ سال) بھی پہلی زبان کو ہی دیگر تمام مضامین کی تدریس کا ذریعہ بنایا جائے گا۔ اگر کسی مرحلے پر طلبہ دوسری زبان میں مہارت حاصل کرلیں تو تدریسی زبان میں تبدیلی کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس تعلیمی مرحلے میں طلبہ کو تخلیقی اظہار جیسے نظم نگاری، پیراگراف نویسی، مکالمہ، تحریر اور پوسٹر سازی کی عملی تربیت بھی دی جائے گی۔ تعلیمی ماہرین نے سی بی ایس ای کے اس فیصلے کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مادری زبان میں تعلیم سے نہ صرف سیکھنے کا عمل آسان ہوگا بلکہ بچوں کی سوچنے کی صلاحیت، اعتماد اور تخلیقی اظہار کو بھی جِلا ملے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ قدم زبانوں کے احترام، ثقافتی شناخت کے تحفظ اور قومی ہم آہنگی کے فروغ میں اہم کردار ادا کرے گا۔ سی بی ایس ای کا یہ فیصلہ ملک میں زبان، تعلیم اور ثقافت کے باہمی تعلق کو مضبوط بناتے ہوئے ایک ایسے نظام کی بنیاد رکھتا ہے جہاں ہر بچہ اپنی جڑوں سے جڑا ہوا محسوس کرے، بہتر سیکھے اور پُراعتماد انداز میں اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرسکے۔ (انقلاب۔دہلی)

اردو ایکشن کمیٹی باڑھ کے صدر نے ایس ڈی او کو میمورنڈم سونپا

باڑھ، بہار (29 مئی)۔ اردو ایکشن کمیٹی باڑھ کے صدر اور معروف صحافی سیّد شاداب عالم نے باڑھ کے نو مامور سب ڈویژنل افسر چندن کمار کو ریاستِ بہار کی دوسری سرکاری زبان اردو کو باڑھ، مکاما، بختیار پور، اتھمل گولہ، پنڈارک، بیلچھی اور گھوسوری سب ڈویژن کے تمام سرکاری دفاتر، تعلیمی اداروں اور صحت مراکز میں اردو کو عزت کے ساتھ مقام دینے کا میمورنڈم سونپا۔

باڑھ ایس. ڈی. او. چندن کمار کو دیے گئے خط میں توجہ مبذول کرائی گئی ہے کہ بہار سرکار کے ذریعے بلاک ترقیاتی افسران، سرکل افسران، تعلیمی اداروں، پرکھ کے دفاتر، نگر پریشد دفاتر صحت، منریگا، سپلائی دفاتر اور زرعی دفاتر سمیت تمام سرکاری دفاتر میں اردو کا بورڈ لگانے اور افسران کے نیم پلیٹ لگانے کا حکم نامہ جاری کیا گیا ہے۔ بہار میں اردو دوسری سرکاری زبان ہے۔ اردو زبان نے ملک کی تحریکِ آزادی میں نمایاں رول ادا کیا تھا اور آزادی کے متوالوں میں زبردست جوش پیدا کیا تھا۔ اردو ہماری شاندار گنگا جمنی تہذیب کی آئینہ دار ہے، اس لیے اردو کو تمام سرکاری دفاتر میں جگہ دینے، بورڈ لگانے اور نیم پلیٹ لگانے سے متعلق بہار سرکار کے حکم نامے پر عمل کیا جائے۔ ایس. ڈی. او. چندن کمار نے صحافی 'قومی تنظیم' اور صدر اردو ایکشن کمیٹی کو اپنی سطح سے اردو کو سرکاری دفاتر میں نمایاں مقام دینے کے لیے حکم نامہ جاری کرنے کی یقین دہانی کی ہے۔ امید ہے کہ نو مامور باڑھ کے ایس. ڈی. او. چندن کمار بہار کی دوسری سرکاری زبان اردو کو واجب مقام دینے پر حکم نامہ جاری کریں گے۔ یاد رہے کہ باڑھ سب ڈویژنل افسر کے عہدے سے تبادلہ ہوئے **شُبھم کمار** (آئی.اے.ایس) کو بھی اردو ایکشن کمیٹی باڑھ کے صدر و صحافی سیّد شاداب عالم کی جانب سے سرکاری دفاتر میں اردو کو جگہ دینے کے لیے لیٹر دیا گیا تھا، جس پر پوری عمل آوری نہیں ہوئی تھی۔ نو مامور ایس. ڈی. او. سے پوری امید ہے کہ وہ اردو کا جائز حق اور بہار حکومت کے حکم نامے کی روشنی میں مناسب قدم اٹھائیں گے۔ (قومی تنظیم۔پٹنہ)

بہار اردو اکادمی کی تشکیلِ نو جلد سے جلد کی جائے

ڈاکٹر سیّد احمد خاں

نئی دہلی۔ (27 مئی، پریس ریلیز)۔ بہار میں اردو زبان و ادب کی ترویج و ترقی کے لیے قائم کی گئی اردو اکادمی پچھلے دس برسوں سے غیر فعال ہے اور اس کا کوئی باضابطہ سکریٹری نہیں ہے۔ اس سلسلے میں وقفے وقفے پر ریاستی حکومت سے درخواست بھی کی گئی لیکن اس سلسلے میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ ریاستِ بہار میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے اور اردو زبان و ادب کو پورے ملک میں فروغ دینے میں بہار کی خدمات سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ حکومتِ ہند کے بڑے اداروں کی سربراہی ہو یا ملک کی ممتاز دانش گاہوں کا شعبۂ اردو، ہر جگہ بہار کے اسکولوں اور کالجوں سے تعلیم حاصل کرچکے افراد موجود ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ بہار میں اردو کو امتیازی حیثیت حاصل ہے لیکن ادھر کچھ برسوں سے اردو پر برا وقت آن پڑا ہے۔ نئی تعلیمی پالیسی میں بھی مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنے کی بات کہی گئی ہے۔ لیکن محکمۂ تعلیم کے 2020 کے حکم نامے میں مادری زبان کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ بہار میں اردو دوسری سرکاری زبان ہے اور لاکھوں لوگوں کی مادری زبان بھی ہے ایسے میں اسکولی سطح پر اردو میں تعلیم کو یقینی بنانا ریاستی حکومت کے لیے ضروری ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سرکاری بینر، پوسٹر اور اشتہارات میں بھی اردو زبان کو بطور دوسری سرکاری زبان مناسب جگہ ملنی چاہیے، جو نہیں مل رہی ہے۔ اردو ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن کے قومی صدر ڈاکٹر سیّد احمد خاں نے کہا کہ بہار اردو اکادمی کا قیام 1972 میں اردو زبان و ادب کے فروغ کے لیے کیا گیا تھا لیکن گذشتہ دس برسوں سے اس کے کام کاج ٹھپ ہیں اور کوئی باقاعدہ سکریٹری بھی نہیں ہے۔ یہ ادارہ دوسرے صوبوں کی طرح بہار کے اردو ادیبوں اور شاعروں کی کتابوں پر انعامات اور ان کے مسودوں کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اردو لائبریری کو بھی گرانٹ دیتا تھا، ساتھ ہی مشاعروں، سمینار اور کانفرنس کے لیے بھی مالی تعاون فراہم کیا جاتا تھا لیکن اب یہ سارے کام بند ہیں۔ اردو مشاورتی کمیٹی بھی تعطل کا شکار ہے جس کا کام ریاستی حکومت کے سامنے اردو کے مسائل اور تجاویز و مشورے دینا تھا۔ انھوں نے مزید کہا کہ حکومتِ بہار نے بہت سے اچھے کام بھی کیے ہیں جس میں ایک بڑا کام پچھلے کچھ برسوں میں اردو زبان میں تعلیم حاصل کرنے والوں کو اسکول، کالج، یونی ورسٹی اور بلاک سطح پر ملازمتیں دی ہیں جو دیگر ریاستوں کے لیے مشعلِ راہ بن سکتی ہیں۔ ریاستِ بہار اس معاملے میں قابلِ تعریف ہے کہ یہاں ملک کی دیگر ریاستوں کے سیکڑوں لوگ اسکولوں اور کالجوں میں پڑھا رہے ہیں۔ گذشتہ حکومتوں کی طرح نتیش کمار حکومت بھی اردو نواز ہے اس لیے ہمیں امید ہے کہ وہ جلد ہی بہار میں اردو کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں گے اور بہار اردو اکادمی، گورنمنٹ اردو لائبریری، خدابخش لائبریری جیسے اداروں کو مزید تقویت دیں گے اور اردو زبان کو پرائمری، مڈل اور ہائی اسکول کی سطح پر مناسب نمائندگی دی جائے گی جس سے اردو داں حلقے میں پھیلا اضطراب بھی کم ہوسکے گا۔

نئی نسل کی تربیت اور ان کی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا میری اولین ترجیح: ڈاکٹر شمس اقبال

بچوں کی تخلیقیت کو بیدار کرنے کی ضرورت: پروفیسر غضنفر

نئی دہلی (22 مئی، پریس ریلیز)۔ قومی اردو کونسل کے صدر دفتر جسولہ، نئی دہلی میں 22 مئی 2025 کو کریٹیو رائٹنگ اینڈ چلڈرن لٹریچر پینل کی میٹنگ ہوئی جس کی صدارت معروف فکشن نگار، شاعر اور ماہرِ درسیات پروفیسر غضنفر نے کی۔ میٹنگ میں قومی اردو کونسل کے ڈائرکٹر ڈاکٹر شمس اقبال، گورننگ کونسل کے ممبران میں جناب محمد شہزاد، جناب ارشد فریدی کے علاوہ این بی ٹی کے چیف اڈیٹر اور جوائنٹ ڈائرکٹر جناب کمار وکرم، ڈاکٹر امجد حسین حافظ کرناٹکی، جناب اقبال برکی، ڈاکٹر نعیمہ جعفری پاشا، جناب سراج عظیم، محترمہ شاہ تاج خان، محترمہ شائستہ یوسف، ڈاکٹر شمع کوثر یزدانی (اسسٹنٹ ڈائرکٹر، اکیڈمک)، ڈاکٹر مسرت (ریسرچ آفیسر، اکیڈمک)، ڈاکٹر عبدالباری (اسسٹنٹ اڈیٹر)، نہاں رباب (ریسرچ اسسٹنٹ، اکیڈمک) اور محمد افروز (ویب ماسٹر) وغیرہ شامل ہوئے۔

اس موقعے پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے قومی اردو کونسل کے ڈائرکٹر ڈاکٹر شمس اقبال نے کہا کہ نئی نسل کی تربیت اور ان کی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا میری اولین ترجیح ہے۔ اسی لیے میں نے بچوں اور نوجوانوں کو سامنے رکھ کر یہ پینل بنایا ہے تاکہ نئی نسل کو ان کے ذوق کے مطابق علمی مواد فراہم کیا جاسکے۔ کریٹیو رائٹنگ اینڈ چلڈرن لٹریچر پینل کے چیئرمین پروفیسر غضنفر نے کہا کہ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ بچوں اور نوجوانوں کی تخلیقی صلاحیتوں کو بیدار کیا جائے تاکہ وہ اپنی تخلیقیت کا استعمال کرسکیں۔ تخلیقیت کے فروغ کے لیے ورکشاپ کا اہتمام کیا جائے۔ بچوں کی عمر کے اعتبار سے بنیادی لغت تیار کیا جائے جن کی روشنی میں بچوں کی ذہنی سطح کے مطابق نصابات تیار کیے جاسکیں۔ این بی ٹی کے چیف اڈیٹر اور جوائنٹ ڈائرکٹر جناب کمار وکرم نے کہا کہ اردو میں دوسری زبانوں سے بھی مواد ترجمے کی شکل میں لینے کی ضرورت ہے۔ اردو کی کلاسکی کتابوں کو مختصر ورژن (Abridge Version) میں شائع کیا جائے۔ کمار وکرم نے کونسل کے کاموں کی بھی ستائش کی۔ کرناٹک اردو اکیڈمی کے سابق چیئرمین ڈاکٹر حافظ کرناٹکی نے کہا ہے کہ قومی اردو کونسل بچوں اور نئی نسل کے لیے بہت عمدہ کام کر رہی ہے۔ آج کی اس میٹنگ میں تقریباً 45 دیدہ زیب کتابوں کو منظوری دی گئی جو قومی تعلیمی پالیسی 2020 کو ذہن میں رکھ کر ورکشاپ کے ذریعے تیار کی گئی تھیں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قومی اردو کونسل کے اراکین کس محنت و جاں فشانی سے کام کر رہے ہیں۔ میٹنگ میں شرکا نے ایک سال کی مدت میں تیار کی گئی کتابوں کی اشاعت کی منظوری کے علاوہ سابقہ برسوں میں تیار کی گئی کتابوں کو بھی منظوری دی۔ اس موقعے پر وزارتِ تعلیم حکومتِ ہند کے ایپ 'راشٹریہ ای. پستکالیہ' سے جڑنے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ میٹنگ میں موجود ممبران نے گذشتہ ایک سال میں کیے گئے کاموں کی ستائش کرتے ہوئے نئے عزائم اور منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی خواہشات کا اظہار کیا۔

نئی کتابیں

تبصرے کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب	:	اسلم عمادی: اربابِ ادب کی نظر میں
مرتب	:	ڈاکٹر جاوید انور
اشاعت	:	2025
ضخامت	:	240 صفحات
قیمت	:	500 روپے
ملنے کا پتا	:	تحریکِ ادب، اُردو آشیانہ، 167 آفاق خان کا احاطہ، بنارس-221103 (یوپی)
تبصرہ نگار	:	ڈاکٹر ابراہیم افسر

E-mail: ibraheem.siwal@gmail.com

ڈاکٹر جاوید انور کا شمار دورِ حاضر کے معتبر ناقدین میں ہوتا ہے۔ بنیادی طور پر ان کی شناخت رسالہ 'تحریکِ ادب' کے مدیر اور ادبی صحافی کی حیثیت سے ہے۔ علاوہ ازیں اُردو کے نامور ادیبوں سے مصاحبہ کرنا ان کا محبوب شغل ہے۔ رسائل و جرائد میں ان کے بیشتر مضامین و تبصرے بھی شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی اب تک کئی کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں جن میں وادیٔ کشمیر کے چند اہم شعرا (جلد اوّل)، سید مقبول کاظمی، وحشی سعید: اپنی مثبت وحشتوں کے آئینے میں، ادبیات پیر پنجال، تنقیدی زاویہ، کنوارے الفاظ کا جزیرہ، راجندر منچندہ بانی (مونوگراف) اُردو کا پہلا صاحبِ دیوان عرب شاعر: ڈاکٹر زبیر فاروق اور خالد بشیر احمد: فن و شخصیت قابلِ ذکر ہیں۔ موصوف کی ادبی نگارشات کو ملک کی مختلف اُردو اکادمیوں سے انعامات و اعزازات سے نوازا جاچکا ہے۔

ڈاکٹر جاوید انور نے زیرِ نظر کتاب 'اسلم عمادی: اربابِ ادب کی نظر میں' میں اسلم عمادی کی شخصیت، فن اور کتابوں پر لکھے گئے مضامین کو شامل کیا ہے۔ انھوں نے کتاب کو سات حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ اسلم عمادی کی کتابوں پر چند اہم تحریریں عنوان سے ہے۔ اس حصے میں 27 اہلِ قلم نے اسلم عمادی کی کتابوں پر تبصرے و تعارف تحریر کیے۔ ان اہم قلم کاروں میں شمس الرحمٰن فاروقی، عامر قدوائی، مناظر عاشق ہرگانوی، سلیمان اطہر جاوید، ہمایوں اشرف، دیپک بدکی، نور پرکار اور نذیر فتح پوری وغیرہ کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔ کتاب کا دوسرا حصہ ہم عصر اکابرین کے خطوط و آرا پر مبنی ہے۔ اس میں اعجاز صدیقی، پرکاش فکری، عابد سہیل، عبداللہ کمال، بشر نواز، افتخار امام صدیقی، شمس الرحمٰن فاروقی، حامدی کاشمیری، مظہر امام اور اطہر جاوید نے اسلم عمادی کے نام خطوط رقم کیے ہیں۔ تیسرا حصہ 'خاص مصاحبے' عنوان سے ہے۔ اس میں اسلم عمادی کے تین انٹرویو شامل ہیں۔ کتاب کا چوتھا حصہ 'شخصیت کی جھلک' ہے۔ پانچویں حصے میں اسلم عمادی کی چند نمائندہ تحریروں کو شامل کیا گیا ہے۔ کتاب کے چھٹے حصے میں ڈاکٹر جاوید انور نے اسلم عمادی کی شعری جہات اور منتخب غزلیں و نظمیں شامل کی ہیں۔ کتاب کے ساتویں حصے میں خود اسلم عمادی نے اپنے بارے میں وہ باتیں لکھی ہیں جن سے اب تک اُردو دنیا واقف نہیں تھی۔

ڈاکٹر جاوید انور نے اسلم عمادی کی ادبی کاوشوں پر لکھی گئی تحریروں کو کتابی شکل میں لانے کی وجہ بتاتے ہوئے لکھا کہ دوسرے کئی ادیب و شاعر جن پر کسی سبب اہلِ ادب نے ان کی وہ پذیرائی نہیں کی جن کے وہ بجا طور پر مستحق تھے، ان میں سے ایک اسلم عمادی بھی ہیں۔ ان کی نثر و نظم کی جانب توجہ کی گئی جس کے ضامن ان پر لکھے گئے مضامین ہیں جو پوری اُردو دنیا کے موقر رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں لیکن ان کو وہ مقام و مرتبہ نہیں ملا جو خلیل الرحمٰن اعظمی اور سلیم احمد وغیرہ کے حصے میں آیا۔ (ص 7) یہاں یہ نکتہ قابلِ غور ہے کہ کسی ادیب کے حصے میں آنے والی شہرت و مقبولیت قارئین و ناقدین کی توجہ اور اس کی خود کی تحریریں ہوتی ہیں جنھیں پڑھ کر کسی بھی مقام و مرتبے کا تعین ہوتا ہے۔

اسلم عمادی حیدر آباد دکن میں 15 دسمبر 1947 کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد محمد مسلم عمادی ہندستانی فوج میں AMC تھے۔ بنیادی طور پر ان کا تعلق جون پور (اتر پردیش) کے موضع امرتوا کے زمین دار عمادی گھرانے سے ہے۔ ان کی ابتدائی تعلیم کی بسم اللہ اٹالہ مسجد میں محمد حسن انٹر کالج کے پرائمری شعبے سے ہوئی۔ بعد میں حیدر آباد کے مختلف اسکولوں سے انھوں نے اپنی تعلم مکمل کی۔ 1970 میں اسلم عمادی نے عثمانیہ یونی ورسٹی (حیدر آباد) سے B.E (میکانیکل انجینئرنگ) کی ڈگری حاصل کی۔ انھیں ہندی، اُردو، تیلگو، انگریزی، اطالوی، فارسی اور عربی زبانوں پر مکمل دسترس حاصل ہے۔ انھوں نے ملک و بیرونِ ملک متفرق کمپنیوں میں ملازمتیں کیں، لیکن ان کا ریٹائرمنٹ کویت آئل کمپنی سے ستمبر 2019 میں ہوا۔ اسلم عمادی کو شعر و شاعری کا شوق ابتدا سے ہی تھا۔ طالبِ علمی کے دوران ہی ان کی غزلیں، نظمیں اور مضامین ملک کے موقر رسائل و جرائد میں شائع ہوئے۔ ان کی اب تک سات کتابیں جن میں نیا جزیرہ (مجموعۂ کلام 1974)، اجنبی پرندے (مجموعۂ کلام 1979)، اگلے موسم کا انتظار (مجموعۂ غزل 1984)، قریۂ فکر (مجموعۂ کلام 1995) ادبی گفتگو (تنقیدی مضامین 2007)، عرصۂ خیال (شعری مجموعہ 2017) اور تعارف و معیار (تنقیدی مضامین 2020) شامل ہیں، شائع ہوچکی ہیں۔ ملک کی مختلف اکادمیوں اور اداروں نے انھیں انعامات و اعزازات سے سرفراز کیا ہے۔ موصوف ادبی خدمت کے علاوہ ملک کی مختلف سماجی و فلاحی تنظیموں سے بھی وابستہ ہیں۔

19 دسمبر 1996 کو اسلم عمادی کے نام لکھے شمس الرحمٰن فاروقی کے خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے رسالہ 'شب خون' میں اپنی غزلیں ارسال کی تھیں جو شائع ہوئیں۔ البتہ ان غزلوں میں کتابت کی چند غلطیاں در آگئی تھیں۔ فاروقی صاحب نے دیگر ادبی امور پر تبادلۂ خیال کے علاوہ کتابت کی غلطیوں پر شرمندگی کا اظہار کیا۔ لکھتے ہیں:

> ''برادرم اسلم عمادی
> السلام علیکم
> خط اور غزلوں کے لیے شکریہ۔ وہ غزل جس کی ردیف لوگ ہے ذرا کمزور معلوم ہوئی، اس لیے اسے چھوڑ دیا ہے۔ 'شب خون' کا انتخاب شائع کرنے کی تجویز خوب ہے لیکن اس کے لیے وقت، محنت اور سرمایے کی ضرورت ہے اور یہ تینوں میرے پاس نہیں۔ بس دعا کیجیے کہ 'شب خون نکلتا رہے۔ آج کل مزید معاملہ یہ ہے کہ دشمنوں اور مخالفوں کے نرغے میں ہوں ۔ دعا کیجیے کہ انجام بخیر ہو۔ آپ کی غزل میں کتابت کی جو غلطی رہ گئی تھی اس کے لیے شرمندہ ہوں، پروف ریڈنگ میں مزید احتیاط رکھوں گا۔
> آپ کا
> شمس الرحمٰن فاروقی''

(ص 131)

زیرِ نظر کتاب میں اسلم عمادی کی کتابوں پر تبصرے بھی شامل ہیں۔ ان تبصروں میں اسلم عمادی کی شاعری اور نثر پر تنقیدی محاکمے کیے گئے ہیں۔ حبیب الرحمٰن نے اسلم عمادی کی کتاب 'قریۂ فکر' پر اپنا مطمحِ نظر واضح کرتے ہوئے لکھا:

> ''قریۂ فکر کو بڑی خوب صورتی سے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اندھیری شب میں مطالعہ اور خواب ساحل خواب دریا۔ ان میں ذات کا آشوب سچ نہ ہم بولتے تو خوش رہتے۔ شہادتوں کے درمیان تجدیدِ وفا، وحشیوں کی شناخت اور قاتل شہر کے لیے چونکا دینے والی نظمیں ہیں۔ اسلم عمادی نے جہاں حیدر آباد سے اپنی محبت کا اظہار کیا وہیں وہ ذہنی طور پر کویت سے بھی منسلک ہیں۔'' (ص 80)

اس موقعے پر اسلم عمادی کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے جن میں انھوں نے اپنے جذبات کو قرینے سے پیش کیا ہے:

اتنے گہرے ساگر میں مدتوں سے پیاسا ہوں
بے پناہ سازش ہوں، دل فریب دھوکا ہوں

......

وہ سمجھتا ہے کہ مِٹنا عاشقی کی رسم ہے
جس کی خاطر خود کو اسے اسلم مِٹا دینا پڑا

بہر کیف، راقم ڈاکٹر جاوید انور کو اسلم عمادی کی نگارشات اور ان کی شخصیت و فن پر لکھی گئی تحریروں کو منظرِ عام پر لانے کے لیے مبارک باد پیش کرتا ہے۔ ساتھ ہی یہ امید بھی کرتا ہے کہ اسلم عمادی کی شاعری اور مضامین کے مجموعوں کی روشنی میں ان کے ادبی مقام و مرتبے کا تعین کیا جائے گا۔ بلا شبہ اسلم عمادی نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ خلیجی ممالک بالخصوص کویت میں گزارا۔ ظاہر ہے ان کی شاعری اور تحریروں میں وہاں کی آب و ہوا اور معاشرے کا پرتو نظر آتا ہے۔ جس سرزمین پر شاعر اپنی زندگی گزارتا ہے وہاں کے مسائل کو وہ اپنے مسائل سمجھتا ہے۔ حالاں کہ دیارِ غیر میں رہ کر مادرِ وطن کے مسائل پر غور و فکر کرنا ہی اپنے آپ میں بڑی بات ہے۔ ملازمت اور خانگی تقاضوں کے درمیان ادب تخلیق کرنا کوئی عام بات نہیں، اس لیے جن ادیبوں نے دیارِ غیر میں اُردو ادب کی آبیاری کی ان میں اسلم عمادی کا نام بھی سرفہرست ہے۔ امید ہے کہ زیرِ نظر کتاب اسلم عمادی کی ادبی جہتوں کو سمجھنے میں قارئین کے لیے معاون و مددگار ثابت ہوگی۔ ♦♦

انجمن ترقی اردو (ہند) کی چند مطبوعات

نسخۂ حفیظ الدین احمد	اطہر فاروقی	1000/-
میں میر میر کر اس کو بہت پکار رہا	سرور الہدیٰ	500/-
1857 کی اَن کہی حیرت انگیز داستانیں	شمس الاسلام	300/-
دیووں کا ظہور (الوک اگروال/ مینک اگروال) مترجم: سیّد وجاہت مظہر		500/-
غزل اور فنِ غزل	ڈاکٹر نریش	200/-
فرہنگِ تلفظ: ایک تحقیقی و تنقیدی مطالعہ	سیّد رضوان علی ندوی	
	رؤف پاریکھ	250/-
مشاہیرِ ادب کے خطوط رشید حسن خاں کے نام	ابراہیم افسر	600/-
منیب الرحمٰن کی ایک صدی	بیدار بخت/ انور احمد	400/-
اردو املا اور حروفِ تہجی: لسانیاتی تناظر	رؤف پاریکھ	300/-
رموزِ اوقاف: کب، کہاں اور کیوں؟	ڈاکٹر شمس بدایونی	300/-
غروبِ شہر کا وقت	اُسامہ صدیق	900/-
کچھ اُداس نظمیں	ہربنس مکھیا	300/-
میانِ من و تو (تحقیقی و تنقیدی مضامین)	پروفیسر شاہد کمال	500/-
میرا جنون اردو (خطبات و مضامین)	طاہر محمود	700/-
میرؔ کی خودنوشت سوانح (نثار احمد فاروقی)	صدف فاطمہ	400/-
کلّیاتِ خطباتِ شبلی	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	400/-
آزادی کے بعد کی غزل کا تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر بشیر بدر	500/-
اداریے (مشفق خواجہ)	محمد صابر	500/-
انور عظیم کی ادبی کائنات	فیضان الحق	700/-
بچوں کا گلدستہ (پانچ جلدیں)	غلام حیدر	2400/-
تحقیق و توازن	ڈاکٹر نریش	250/-
تحقیقی مباحث	رؤف پاریکھ	300/-
چند فکری و تاریخی عنوانات	پروفیسر حکیم سیّد ظل الرحمٰن	400/-

اردو زبان میں مخفف یا اختصار سازی کی روایت (بقیہ صفحہ 3 سے آگے)

7 اعداد سے متعلق مخفّفات یا کلمے کے ساتھ اعداد کا بیان

اسلامی ممالک اور اردو میں کتاب نگاری میں مادّۂ تاریخ گوئی اور حسابِ جمل کی روایت موجود ہے جس کی وجہ سے بعض اعداد نے اسم یا جملے کا کردار ادا کیا ہے، مثلاً:

12 لفظ 'حد' کے لیے ہے جو کسی عبارت کے اختتام پر آتا ہے اور عبارت کے خاتمے کو ظاہر کرتا ہے۔

92 'محمد' لفظ کی جگہ استعمال ہوتا ہے، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

786 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ عام طور پر یہ عدد نجی یا خصوصی خطوط اور مراسلات کے آغاز میں لکھا جاتا ہے۔

8 کمپنیوں، محکموں اور اداروں کے ناموں کے لیے مخفّفات

دنیا بھر کی طرح پاکستان میں بھی اداروں، کمپنیوں اور محکموں کے اصل/طویل ناموں کی جگہ زیادہ تر ان کے مخفّفات رائج ہیں۔ پاکستان میں قومی زبان اردو ہونے کے باوجود، ملک کے انتظامی امور ابھی تک انگریزی زبان کے تابع ہیں اور کوشش کی جاتی ہے کہ حکومتی/سرکاری اور نجی اداروں کے نام انگریزی میں ہوں۔ انگریزی ناموں کے لیے جو مخفّفات بنائے جاتے ہیں وہ مکمل طور پر انگریزی زبان میں موجود مخفف سازی کے اصولوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ یعنی ادارے کے نام کے پہلے حرف کو مخفف کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور بعد میں وہی انگریزی مخفف اردو میں رائج ہو جاتا ہے۔ ہم سیکڑوں مثالوں میں سے یہاں صرف چند مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں جو پاکستانی اردو زبان کا جزو بن چکی ہیں:

Associated Press of Pakistan

پاکستان کی خبر رساں ایجنسی، ویسے تو انگریزی میں اس کا مخفف APP استعمال ہوتا ہے لیکن ایک زمانے میں بعض اردو اخبارات ا.پ.پ. لکھتے تھے:

CDA / Capital Development Authority

دارالحکومت (اسلام آباد) کا ترقیاتی ادارہ، اردو میں سی ڈی اے کہا جاتا ہے:

PIA / Pakistan International Air lines

پاکستان کی بین الاقوامی ہوائی کمپنی، اردو میں پی آئی اے کہا جاتا ہے:

WAPDA / Waterand Power Development Authority

پانی اور بجلی کا ترقیاتی محکمہ، اردو میں واپڈا کہا جاتا ہے۔

بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی محکمے کے نام کی ترکیب خالصتاً اردو میں ہو اور اس کا مخفف انگریزی میں بنایا جائے کیوں کہ اس قسم کے مخفّفات بعض اوقات معنی کے اعتبار سے بہت مضحکہ خیز معلوم ہوتے ہیں۔ خالصتاً اردو نام والے اداروں کے لیے اردو زبان میں مخفف سازی کی روایت دیکھنے میں کبھی نہیں آئی۔ جیسے: انجمن حمایتِ اسلام، انجمن ترقی اردو، مقتدرہ قومی زبان وغیرہ کے اردو مخفف ہماری نظر سے نہیں گزرے۔

9 اردو زبان کے علاوہ دوسری زبانوں سے متعلق اصطلاحات اور ناموں کے مخفّفات

ہر ملک اور زبان کی طرح جب کوئی دانش، تکنیک یا خاص چیز باہر سے درآمد کی جاتی ہے تو خود بخود اس سے متعلق نام اور اصطلاحات بھی ساتھ درآمد ہوتی ہیں۔ پاکستان کے انتظامی اور سیاسی نظام میں انگریزی زبان کی حاکمیت کی وجہ سے عموماً یہ ضرورت محسوس نہیں کی جاتی کہ غیر ملکی اصطلاحات اور ناموں کے لیے اردو متبادلات وضع کیے جائیں اور انھیں رائج کیا جائے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہی اصلی نام اور اصطلاح رائج ہو جاتی ہے جو باہر سے درآمد ہوتی ہے۔ اس طرح کی اصطلاحات کی مخفف سازی انگریزی زبان کے قواعد وضوابط کے مطابق ہے (یعنی کسی مرکب نام کا پہلا حرف استعمال کرنا) یا ممکن ہے خود وہی مخفف داخلِ زبان ہو گیا ہو اور اردو زبان میں اس مخفف کو اسی صورت میں قبول کر لیا گیا ہے۔ اس قسم کے مخفّفات پاکستان کے تمام شعبہ ہائے علوم وفنون میں رائج ہیں اور خود بخود اردو زبان میں بھی داخل ہو گئے ہیں۔ ان الفاظ کا شمار مشکل ہے یہاں صرف چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے:

اردو میں اے سی، ائرکنڈیشنر کے لیے

اردو میں ٹی وی، ٹیلی ویژن کے لیے

اردو میں وی سی آر، وڈیو کیسٹ ریکارڈر کے لیے

~~~~~~~

استدراک: یہ مضمون راقم نے اصلاً فارسی میں لکھا تھا، جس کا اردو ترجمہ ڈاکٹر انجم حمید نے کیا جو مقتدرہ قومی زبان کے رسالے 'اخبار اردو'، اپریل 1999، صفحات 12-9، 16 میں چھپا۔ اب کوئی چھبیس سال بعد، فروری 2025 میں راقم نے خود اس ترجمے پر نظرِ ثانی اور جزوی ترامیم کی ہیں۔ تاہم نفسِ مضمون میں کوئی خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوا۔

ہمارے محترم دوست جناب ڈاکٹر شمس بدایونی (بریلی) کو ان موضوعات سے دل چسپی ہے۔ جب ان کو اس مقالے کی نقل بھیجی گئی تو انھوں نے مطالعے کے بعد 7 فروری 2025 کو بذریعۂ واٹس اپ اپنے مختلف پیغامات میں جو رائے دی ہے، اسے یہاں یکجا نقل کیا جاتا ہے:

'آپ کا مقالہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ مخفّفات کو عنوان بنانے اور ایک خاص ترتیب سے انھیں جمع کرنے کی روایت آپ سے پہلے نہیں ملتی۔ مخفّفات پر آپ کا بہت اچھا مضمون ہے۔ آپ کا مقالہ اگر کتاب 'رموزِ اوقاف: کب، کہاں اور کیوں' کی ترتیب کے دوران مل گیا ہوتا تو اس کا ذکر کتاب میں ضرور کیا جاتا۔ آپ نے مخفّفات کی موضوعاتی تقسیم بھی کر دی ہے۔ ضرورت ہے کہ مخفّفات کے لیے کچھ اصول بھی وضع کیے جائیں۔ اس سلسلے میں میرا خیال ہے کہ اسم کے لیے یک حرفی مخفف کافی ہے۔ جیسے ہندی کے لیے: ہ، اردو کے لیے: الف، لیکن اگر کوئی ترکیب ہے تو اس کے لیے دو حرفی یا سہ حرفی مخفف اختیار کرنا چاہیے: جیسے اسم مذکر کے لیے: امذ

کتابوں کے نام میں تنہا حرف کا استعمال غیر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً اردوے معلیٰ کے لیے الف۔ ایسی صورت میں کتاب کے نام کا پہلا ٹکڑا یا دوسرا ٹکڑا استعمال کرنا چاہیے۔ مثلاً اردوے معلیٰ کے لیے اردو یا معلیٰ۔ پنج آہنگ کے لیے پنج یا آہنگ وغیرہ مصنف کے نام سے بھی کتاب کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔ پہلی بار میں مکمل کتاب اور مصنف کا نام لکھا جائے اور بعد میں صرف نسخے کے ساتھ مصنف کے نام کا معروف جز۔ مثلاً 'دیوانِ غالب' مرتبہ امتیاز علی خاں عرشی اسے پہلی بار لکھنے کے بعد نسخۂ عرشی لکھنا کافی ہوگا۔ کچھ اسی انداز سے مستقل اصول بنا لینے چاہئیں اور یہ کام آپ سے بہتر کون کر سکتا ہے۔

اس سلسلے کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ جو لفظ یا حرف جس مفہوم میں متعارف ہے اسے ترجیحاً اسی مفہوم میں استعمال کیا جانا چاہیے۔ بہ صورتِ دیگر وہ اشکال کا سبب بنے گا۔ مثلاً الف اردو کے لیے، ق قطعہ یا قطعہ بند اشعار کے لیے زمانۂ قدیم سے مستعمل چلا آ رہا ہے۔ اب اگر کوئی شخص لغت میں 'الف' انگریزی کے لیے اور 'ق' قافیے کے لیے استعمال کرتا ہے تو یہ غیر مناسب عمل ہوگا۔

بعض حروف الگ الگ موضوعات میں الگ الگ مفاہیم میں مستعمل ہیں۔ مثلا: تدوین متن میں 'ق' ورق اور قلمی نسخے کے لیے بھی مستعمل ہے۔ اس مفہوم میں 'ق' کا استعمال محققین کا اختیار کردہ ہے۔ تحقیق سے شغف رکھنے والے اس سے بخوبی واقف ہیں لہٰذا اس صورت میں تدوین متن یا تحقیق میں اسی مفہوم میں اس کا استعمال روا رکھا جائے گا۔

دراصل محلِ استعمال ہی ایک شکل کے مخفّفات کے صحیح مفہوم کو طے کرتا ہے۔ محققین عام طور پر حرف ج سے مراد جلد لیتے ہیں، لیکن تحریری انٹرویو میں 'س' سے سوال اور 'ج' سے جواب مراد لیا جاتا ہے۔ حرف ص، حرف ف اور متعدد حروف متعدد مفاہیم میں مخفّفات کے طور پر مستعمل ہیں۔ شرط صرف یہ ہونا چاہیے کہ یہ اپنے محلِ استعمال کے لحاظ سے متداول اور متعارف ہوں، ہر مصنف کے اپنے طبع زاد نہ ہوں۔

یہ جو مخفّفات کی آزادی ہے اس پر بریک لگنا چاہیے، جس کا جو مَن چاہتا ہے وہ مخفف بنا لیتا ہے۔ قاضی عبدالودود صاحب نے 'ر' سے رجوع کریں بھی مراد لیا ہے اور 'ر' سے ردیف بھی۔ 'ق' سے قلمی نسخہ بھی مراد لیا ہے اور قافیہ بھی اور قمری سال بھی۔ میرا خیال ہے جو مخفف کسی ایک لفظ کے لیے استعمال ہو کر اگر اپنی پہچان بنا چکا ہے تو کسی دوسرے لفظ وغیرہ کے لیے اس کے استعمال سے پرہیز کیا جانا چاہیے۔'

فاضل دوست ڈاکٹر رؤف پاریکھ (کراچی) نے بھی یہ مضمون دیکھا اور کچھ مفید مشورے دیے، اس کے لیے ان کا ممنون ہوں۔

~~~~~~~

حوالے

اردو لغت: اردو لغت تاریخی اصول پر، مرتّبہ اردو لغت بورڈ، کراچی، 1977، جلد 1، صفحات: اج، او

امروہوی: فرہنگِ اقبال، نسیم امروہوی، لاہور، 1974، صفحہ: ح

تفہیمی: فرہنگِ اصطلاحات علوم ادبی، ساجد اللہ تفہیمی، اسلام آباد 1996

حقی: فرہنگِ تلفظ، شان الحق حقی، اسلام آباد، 1995، صفحہ: م

دہلوی: فرہنگِ آصفیہ، سیّد احمد دہلوی، لاہور، 1977، جلد 1، صفحہ: 71

سرہندی: علمی اردو لغت، وارث سرہندی، لاہور 1983، صفحہ: ع

عبدالحق: لغت کبیر، مولوی عبدالحق، کراچی، 1973

کاکوروی: نوراللغات، نورالحسن نیر کاکوری، کراچی، 1976، جلد 1، صفحہ: 14

مینائی: امیراللغات، امیر احمد مینائی، آگرہ، 1891، صفحہ 5

ڈاکٹر عارف نوشاہی

House No. 69, Model Town, Humak
Near Muslim Commercial Bank, Kahuta Road
Islamabad-45700
E-mail: naushahiarif@gmail.com

اردو ہندی ڈکشنری

انجمن ترقی اردو (ہند)

قیمت: 300 روپے

اسٹینڈرڈ انگلش اُردو ڈکشنری

مولوی عبدالحق

قیمت: 500 روپے

خواجہ غلام السّیدین: بہ حیثیت ماہرِ تعلیم

ضیاء الرحمٰن صدیقی

ہندستان کی ریاستوں میں ہریانہ ایک ایسا مردم خیز خطہ ہے جہاں بے شمار ادیب، شاعر، فن کار، سیاست داں اور صوفیاے کرام جنم لیتے رہے ہیں۔ اسی سرزمین سے وحید الدین سلیم پانی پتی، مشہور صوفی بزرگ بوعلی شاہ قلندر، خواجہ الطاف حسین حالی، خواجہ احمد عباس، خواجہ غلام الثقلین اور غلام السبطین جیسی نادر شخصیتیں پیدا ہوئیں جنھوں نے اپنے علم کی روشنی سے دنیاے ادب کو منور کیا۔ یہ وہی تاریخی سرزمین ہے جہاں سلطنتِ مغلیہ کے اولین شہنشاہ ظہیر محمد بابر نے 1526 میں ابراہیم لودھی سے پانی پت میں معرکہ کیا تھا۔

اسی سرزمینِ ذہانت آفریں پر خواجہ غلام السیدین ایسی عظیم المرتبت شخصیت نے 16 اکتوبر 1904 کو جنم لیا۔ ان کی والدہ مشتاق بیگم ایک ذہین اور صالح خاتون تھیں۔ والدین کی تربیت نے سیّدین کی شخصیت میں چار چاند لگا دیے۔

غلام السیدین بیک وقت ماہرِ تعلیم، شعلہ نوا خطیب (Orator) اور اعلا پایے کے ادیب تھے۔ ذکاوت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ان کا مزاج ایک فلسفی کا مزاج تھا، ان کی اصابتِ فکر ایک عالم کی فکر تھی، علم و فضل میں ان کے خاندان کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ خانوادۂ حالؔی کے اس ذہین فرزند نے اپنے خاندان کی علمی وجاہت اور تعلیمی اقدار کو آگے بڑھانے میں ایک اہم رول ادا کیا تھا۔ الطاف حسین حالی ان کے پرنانا تھے۔ خواجہ سجاد حسین جو علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے پہلے گریجویٹ تھے، ان کے نانا تھے۔ سیّدین کے والد غلام الثقلین علی گڑھ کے تربیت یافتہ ایک قد آور شخصیت کے مالک تھے۔

خواجہ غلام السیّدین کو اپنے علمی اقدار پر فخر تھا۔ انھوں نے اپنی خود نوشت میں اس کا بھی ذکر کیا ہے:

> ”سب سے اہم چیز جس کے لیے میں اپنے خدا کا شکر گزار ہوں یہ ہے کہ اس نے مجھے ایک ایسے خاندان میں پیدا کیا جس سے بہتر میں خود انتخاب نہیں کرسکتا۔ یہ بات فخر کے ساتھ نہیں بلکہ انکسار کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کیوں کہ یہ نعمت مجھے بغیر کسی استحقاق کے ملی“۔

غلام السیّدین کی ابتدائی تعلیم پانی پت کے مقامی اسکولوں میں ہوئی۔ میٹرک کا امتحان ’حالی مسلم ہائی اسکول‘ سے پاس کرنے کے بعد وہ علی گڑھ چلے گئے اور وہاں سے بی اے فرسٹ پوزیشن میں مکمل کیا۔ ٹینس (Tennis) سے انھیں دل چسپی اور خطابت سے گہرا لگاو تھا۔ وہ اسکول اور کالج کی سطح پر بھی تقریری مقابلوں میں حصہ لیتے تھے۔ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی میں اپنے اجداد کی طرح انھوں نے وہاں کی علمی و ادبی زندگی میں نمایاں حصہ لیا۔ اس زمانے میں اتر پردیش گورنمنٹ کی طرف سے ہندستان سے باہر جانے والے طلبہ کے لیے چند وظائف کا اعلان ہوا۔ اس انٹرویو میں سیّدین کا بھی سلیکشن ہوگیا۔ سیّدین لیڈز یونی ورسٹی میں جانے کے لیے انگلستان روانہ ہوگئے۔ ڈپلوما میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد سیّدین نے اس یونی ورسٹی سے ماسٹر آف ایجوکیشن M.Ed. کی ڈگری حاصل کی۔ انھوں نے یورپ کے مختلف ممالک کے بھی سفر کیے۔ جرمنی کے سفر کے دوران انھیں ڈاکٹر ذاکر حسین، ڈاکٹر سیّد عابد حسین اور پروفیسر مجیب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

ہندستان سے باہر سیّدین نے اپنی تقریروں اور ادبی صلاحیتوں کی وجہ سے بڑی مقبولیت حاصل کی لیکن انھیں اپنے وطن کی سرزمین سے بے پایاں محبت اور عقیدت تھی۔ وہ جواہر لال نہرو اور اندرا گاندھی جی کے تعلیمی افکار و نظریات سے بہت متاثر رہے۔ سیّدین کو اپنی مادر درس گاہ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی سے بے حد لگاو تھا۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ علی گڑھ واپس جائیں۔ اسی زمانے میں آفتاب احمد خاں وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی نے ٹریننگ کالج کے پرنسپل کی حیثیت سے سیّدین کی خدمات حاصل کرنا چاہیں۔ سیّدین نے اس عہدے کو بخوشی قبول کرلیا۔ اس زمانے میں علی گڑھ کے ٹریننگ کالج کی حالت بہت زبوں تھی اور آفتاب احمد خاں ٹریننگ کالج کی اصلاح کے لیے سیّدین کی ضرورت محسوس کر رہے تھے۔

غلام السیدین کی ملازمت کا بیشتر حصہ ڈاکٹر ضیاء الدین وائس چانسلر کے زمانے میں گزرا، لیکن جب راس مسعود نے وائس چانسلری کا عہدہ سنبھالا تو انھوں نے ٹریننگ کالج کے لیے لیڈز یونی ورسٹی یا لندن یونی ورسٹی سے کسی ماہرِ تعلیم کو بلانے کی خواہش کی۔ غالبًا انھیں سیّدین کی صلاحیتوں کا اندازہ نہیں تھا۔ لیڈز یونی ورسٹی سے جواب ملا کہ آپ کے یہاں سیّدین جیسے ماہرِ تعلیم موجود ہیں، آپ ان کی خدمات حاصل کیوں نہیں کرتے۔ 1931 میں سیّدین کا تقرر پروفیسر کی حیثیت سے ہوگیا اور وہ علی گڑھ کی تعلیمی تحریک میں اسی طرح دل چسپی لیتے رہے۔

1938 میں سیّدین ڈاکٹر ذاکر حسین کی خواہش پر ریاست جموں وکشمیر کے ڈائرکٹر تعلیمات مقرر ہوئے اور سات سال کے دوران انھوں نے جموں وکشمیر کے نظامِ تعلیم کو فروغ دینے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔

1945 میں نواب رام پور کی خواہش پر ریاست رام پور کے مشیر کی حیثیت سے عہدہ سنبھالا اور دو سال کے عرصے میں انھوں نے رام پور اسٹیٹ کے تعلیمی معیار کو بلند کیا اور بعض نئی پالیسیاں وضع کیں۔

1947 میں خواجہ غلام السیدین کو ممبئی کے وزیرِ اعلا تعلیمی مشیر کی حیثیت سے خدمات حاصل کرتے رہے، ممبئی میں تین سال مکمل کرلینے کے بعد مولانا آزاد کی ایما پر محکمۂ تعلیم میں جوائنٹ سکریٹری مقرر ہوئے اس کے بعد محکمۂ تعلیم میں ایڈوائزر کے عہدے پر مامور ہوئے۔ خواجہ غلام السیدین بارہ سال تک محکمۂ تعلیم میں مولانا آزاد کے ساتھ کام کرتے رہے۔ مولانا آزاد بھی مفکرِ تعلیم تھے، غلام السیدین کے ساتھ مل کر انھوں نے ہندستان میں ایک نیا تعلیمی نظام قائم کیا۔ سیّدین صاحب کو ان اداروں سے بے پناہ لگاو تھا۔ انھوں نے اپنے دورِ اقتدار میں علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ اور ہندستان کے دیگر تعلیمی اداروں کی بہت مدد کی۔ نئے نئے کالجوں اور یونی ورسٹیوں کے قیام اور تعلیم کے فروغ میں وہ نئے منصوبے تیار کرتے تھے۔ 1961 میں جب خواجہ غلام السیدین صاحب ایجوکیشن منسٹری سے سبک دوش ہوئے تو گورنمنٹ نے انھیں ایک بار پھر کشمیر میں ایجوکیشن ایڈوائزر مقرر کیا۔

خواجہ غلام السیدین تعلیم کے میدان میں بین الاقوامی شہرت حاصل کرچکے تھے، انھیں بیرونی ممالک کی مختلف یونی ورسٹیوں میں بڑی مقبولیت حاصل تھی۔ انھوں نے سارک فیلو فاؤنڈیشن کی دعوت پر امریکہ کی متعدد یونی ورسٹیوں میں توسیعی لکچر دیے۔

عالمی بینک مشن براے عراق میں ایجوکیشن ایڈوائزر کی حیثیت سے بھی کام کیا۔ آسٹریلیا کے لیے نیو ایجوکیشن فیلوشپ کے بین الاقوامی وفد کے ممبر رہے۔ لندن یونی ورسٹی کے علاوہ انھوں نے ہندستان کی مختلف یونی ورسٹیوں اور دیگر تعلیمی اداروں میں لکچر دیے۔ سیّدین کی تعلیمی خدمات کے اعتراف کے طور پر حکومتِ ہند نے انھیں ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری تفویض کی۔

کولمبیا یونی ورسٹی نے اپنی سلور جُبلی کے موقعے پر دنیا کے سات ممتاز ماہرینِ تعلیم کو ایک تمغۂ امتیاز اور سند پیش کی، ان میں ڈاکٹر غلام السیدین کا نام بھی شامل تھا۔

پروفیسر ضیاء الرحمٰن صدیقی
شعبۂ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ–202002، یوپی
E-mail: zia_musafe@yahoo.co.in

مدیر : **اطھر فاروقی**
Editor : Ather Farouqui
شریکِ مدیر : محمد عارف خاں
Joint Editor : Mohd. Arif Khan
پرنٹر پبلشر : عبدالباری
Printer Publisher : Abdul Bari
مطبوعہ : جاوید پریس، 2096، رودگراں، لال کنواں، دہلی–٦
مالک : انجمن ترقی اردو (ہند)
اردو گھر، 212، راؤز ایونیو، نئی دہلی–110002
Proprietor:
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)
Urdu Ghar, 212-Rouse Avenue,
New Delhi-110002
قیمت : فی شمارہ: پانچ روپے، سالانہ: 200 روپے
بیرونی ممالک: آٹھ امریکن ڈالر
Subscription: (Per Issue): Rs. 5/-, Annual: 200/-
(Foreign Countries: US $ 8)
E-mail: hamarizaban.weekly@gmail.com
http://www.atuh.org,
Phones: 0091-11-23237722

ادارے کا مضمون نگاروں کی آرا سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے (ادارہ)

Printed and Published by ***Abdul Bari*** on behalf of Anjuman Taraqqi Urdu (Hind), Urdu Ghar, 212, Rouse Avenue, New Delhi-110002 and Printed at Javed Press, 2096, Rodgran, Lal Kuan, Delhi-110006, Editor: ***Dr Ather Farouqui***